کے اوائل میں یہاں سے چلا گیا۔اب عرصہ دس (۱۰) سال سے لاہور میں ہی کام کررہا ہوں۔

استاذی المکرّم حافظ عبدالحمید عامر حفظہ اللہ نے مجھے اپنے تعارف کا حکم فرمایا۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی **اَلامْرُ فَوْقَ الْاَدب** کے تحت چند باتیں لکھ رہا ہوں خودستائی مقصود نہیں ہے۔ میں نے تدریس کے ساتھ یہاں پر خطابت، فتویٰ، لائبریری کی نظامت کی ذمہ داری بھی ادا کی ہے۔ خطابت کا تعلق کوٹلہ آئمہ کی پرانی مسجد سے ہے جہاں ایک موقعہ پر مشترکہ خطبہ شروع ہوا تھا۔ جس کے روح رواں حکیم راجہ محمد تسلیم بھٹی مرحوم تھے جن کے بیٹے ڈاکٹر عاطف جواد اہل حدیث یوتھ فورس کا کام کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پرانی سلوی مسجد میں بھی خطابت کی۔ حضرت مولانا صبیح الدین مرحوم کی آخری طویل بیماری کے ایام میں چند ماہ تک مسجد علیاء میں بھی خطیب رہا۔ حافظ عبدالحمید صاحب کی نیابت میں جامع مسجد سلطان میں بھی متعدد مرتبہ خطبہ دیا۔ یہاں سے اپنے علاقے لاہور چلے جانے کے بعد بھی اُن تمام کاموں کے ساتھ بہت تعلق رہا۔ چھ برس تک تدریس میں صحیح بخاری شریف پڑھائی۔ جماعتی رسائل میں مضامین لکھے۔ عربی سے اردو میں کتب کے تراجم لکھے جن کی تعداد سولہ (۱۶) ہے۔ مکمل قرآن پاک کی تفسیر بصورت دورہ تفسیر پڑھائی۔ رمضان المبارک میں فجر اور تراویح کے بعد خلاصہ قرآن پاک سترہ مرتبہ بیان کر چکا ہوں۔ جماعتی طور پر لاہور ضلع کا ناظم اعلیٰ بننے کے بعد مختلف ذمہ داریوں پر رہا۔ عرصہ چھ برس سے صوبائی کابینہ میں ہوں۔ مرکزی تنظیم کی دو کمیٹیوں کا بھی رکن ہوں۔ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی/ مؤسسۃ الفرقان الخیریۃ پشاور دفتر کیلئے پنجاب کے آئمہ اور دُعاۃ کا نگران بھی ہوں۔ تراجم میں مشکوٰۃ شریف۔ فقہ السنہ (۳) حصے۔ تفسیر سورۃ نور۔ فتاویٰ علماء البلد الحرام ۱۳۰۰ صفحات۔ المنجد فی اللغۃ اغاثۃ اللھفان نمایاں طور پر شامل ہیں۔

علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ: حدیث شریف میں ہے تم اپنے فوت شدگان کی خوبیاں ذکر کرو۔ علامہ محمد مدنی مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ بانی جامعہ کے جنازے سے اگلے روز بتاریخ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو قائد جمعیت علامہ احسان الٰہی ظہیر جمعیت کے نائب ناظم اعلیٰ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی ودیگر ذمہ داران کے ہمراہ جہلم آئے۔ اُنہوں نے حافظ عبدالغفور صاحب کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا۔ اس موقع پر علامہ محمد مدنیؒ کو مرحوم بانی جامعہ کی جگہ پر جمعیت اہل حدیث پنجاب کا امیر بنا دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مدنی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن وغیرہ مدارس میں زیر تعلیم رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کیلئے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ وہاں سے نمایاں کامیابی کے ساتھ سند فراغت حاصل کی۔ جب وطن عزیز میں واپس آئے تو والد محترم کی

اجازت اور اہل گجرات کے اصرار پر رونٹی والی مسجد میں پھر خطابت شروع کر دی جہاں مدینہ منورہ روانگی سے قبل آٹھ سال تک مستقل خطابت کرتے رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد تدریس چھوڑ دی۔ اور صرف خطبہ کیلئے گجرات جاتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب گجرات میں بڑے بڑے لوگ تھے۔ مثلاً دیوبندیوں میں خطیب دلپذیر سید عنایت اللہ شاہ بخاری۔ بریلویوں میں مفتی مولوی احمد یار خان نعیمی۔ سیاست میں چوہدری ظہور الٰہی کا نام گونجتا تھا۔ الغرض! ان بڑے لوگوں کی موجودگی میں علامہ مدنیؒ نے اپنے علم، عمل، کردار اور شاندار انداز خطابت کی بناء پر جلد ہی شہر میں اپنا مقام بنالیا۔ علمی طور پر وہ مرجع بن گئے مرحوم میں خطابت کی بہت خوبیاں تھیں (۱) خطبہ موضوع پر دینا (۲) دلائل سے بات کرنا (۳) مثالیں دینا (۴) برمحل اردو اشعار (۵) لگی لپٹی نہ رکھنا وغیرہ۔ ایک دفعہ سورۃ فاتحہ کا درس بعد نماز فجر مسجد السلطان میں روزانہ شروع کیا تو ایک مہینہ سے زیادہ تک جاری رہا اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کیسے استحضار علم والے آدمی تھے۔ وہ ایک کامیاب مدرس تھے پہلے وہ اسباق باقاعدگی سے پڑھاتے رہے۔ جب راقم اس جامعہ میں گیا اُن دنوں اُن پر ذمہ داریاں زیادہ پڑ گئی تھیں اس لیے باقاعدہ اسباق نہ پڑھا سکتے تھے۔ ان کے چھوٹے تمام بھائی پڑھایا کرتے تھے۔ حافظ عبدالحمید عامر صاحب بیرون ملک دورہ پر گئے۔ تو ان کے اسباق علامہ مدنیؒ کے ذمہ آ گئے۔ ہماری کلاس ثالثہ متوسطہ میں عربی ادب کی معروف کتاب ''کلیۃ ودمنۃ'' حافظ عبدالحمید صاحب کی جگہ پر علامہ مدنی صاحب نے پڑھائی چند دن پڑھایا لیکن خوب پڑھاتے تھے۔ انتظامی معاملات کی بہت مہارت رکھتے تھے جامعہ کے متعدد شعبے اور جہلم و بیرون شہر کی کئی مساجد کے انتظامات پر گہری نظر رکھتے تھے بعض مقامات پر سال سے زائد عرصہ تک نہ جاتے لیکن وہاں کی پل پل کی خبر رکھتے تھے۔ ملکی اور بین الاقوامی سفروں میں اُن کو ایک خاص خداداد ہمت حاصل تھی۔ آرام کی پروا کئے بغیر لمبے روٹ بناتے اور بغیر رکاوٹ کے طے کرتے جاتے تھے۔ اب آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے اللھکریم اس سفر میں بھی اُن کا حامی و ناصر ہو۔

؎ صبح سفر شام سفر اس دنیا کا انجام سفر

اُن میں قائدانہ صلاحیتیں بھی تھیں۔ وہ پہلے جماعت کے صوبائی امیر رہے پھر تادم حیات مرکزی نائب امیر رہے۔ کچھ عرصہ جماعت کے شعبہ مساجد کے چیئرمین بھی رہے۔

اُن کی قائدانہ صلاحیتیں اس وقت نکھر کر سامنے آئیں جب کویت پر قبضہ اور سعودی عرب پر حملہ کی عراقی دھمکیوں کے خلاف انہوں نے تحفظ حرمین شریفین مومنٹ نامی تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کے ملک بھر میں

بڑے بڑے جلسے اور جلوس ہوئے۔ عراقی سفارتخانہ کی جانب سے مبینہ طور پر ان کو متعدد مرتبہ ڈرایا دھمکایا گیا۔ لیکن بعض قریبیوں کے مشورے کے باوجود یہ اس تحریک سے بالشت بھر بھی پیچھے نہ ہٹے۔ وہ استقامت کا پہاڑ تھے۔ ﴿لا یخافون فی اللہ لومة لائم﴾ کی عملی تصویر تھے۔

ہو پاک دامنوں کو خلش گر سے کیا خطر
خدشہ نہیں ہے آنکھ کو پلکان کے خار کا

وہ نماز کی بہت پابندی کرنے والے اور شب زندہ دار بھی تھے۔ اس چیز نے ان کو ذات باری تعالیٰ پر اعتماد اور توکل کا بے شمار حصہ عطا کر دیا تھا۔ رات کے بعض حصوں میں اُن کو اکیلے میں ہاتھ اُٹھائے میں نے لمبی دُعائیں کرتے بھی دیکھا ہے اے مولا کریم! دُنیا تو گزر چکی۔ تو آخرت کے بارے میں ان کی دُعائیں قبول فرما۔ آمین۔ اساتذہ کرام خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی رحمہ اللہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ طلباء پر بہت شفیق تھے۔ ہونہار طلباء کی خاص حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ اس ناکارہ پر بہت مہربان تھے۔ ایک دفعہ راقم جہلم سے تدریس چھوڑ کر کہیں اور جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ وہ مجھے جہلم میں رکھنے کیلئے بالخصوص ہمارے گھر شاہدرہ لاہور تشریف لائے۔ اور میرے والد گرامی سے ملاقات کی۔ تنخواہ بھی تقریباً دو (۲) گنا کر دی۔ مجھے پھر جہلم میں ہی رہنا پڑا۔ جب علامہ مدنی تشریف لائے تھے اس وقت بقول شاعر حالت کچھ یوں تھی۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے اللہ کی رحمت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

علامہ محمد مدنی نے ۱۸۔ فروری ۲۰۰۲ء کو وفات پائی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعةً۔

جامعہ علوم اُثریہ: یہ اس شہر میں جماعت کا بنیادی ادارہ اور خاندان حضرت مولانا حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ کی خدمات کا مرکز ہے۔ یہاں سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء کرام اور حفاظ فارغ التحصیل ہیں۔ مجھے ان میں سے نامور لوگوں کی فہرست میسر نہیں ہے۔ یقیناً یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ اس جامعہ کا بنیادی شعبہ درس نظامی ہے جو تقریباً ایک صدی سے جاری مدرسہ دارالحدیث جہلم کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ اس کی عمارت بھی دلکش اور خوبصورت ہے۔ اللہ پاک اس کی تعمیر کے حصہ داروں کو جزائے خیر سے نوازے۔ دوسرا شعبہ حفظِ قرآن کا ہے۔ جس کی شاخیں جامعہ سے باہر مساجد میں بھی ہیں۔ اس میں بڑی تعداد میں طلباء قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں۔ تیسرا

شعبہ عصری علوم کا ہے جسے اُثریہ سکول کا نام دیا گیا ہے اس کی کارکردگی سے بھی تفصیلی وضاحت اور خدمات کے بیان کیلئے دفاتر درکار ہیں۔ ہم چند دیگر شعبوں کا ذکر کرتے ہیں:

جامعہ اُثریہ للبنات: یہ طالبات کی دینی تعلیم کا اقامتی ادارہ ہے۔ اس میں سینکڑوں طالبات زیر تعلیم ہیں۔ اس کی متعدد شاخیں بھی ہیں۔ شاید اس جامعہ کا شعبہ درسِ نظامی جامعہ علوم اُثریہ کی نسبت سے پر رونق ہے اس میں خاصی تعداد ہے۔ یہ ادارہ خواتین کے حوالہ سے ملک بھر کے چند نمایاں اداروں میں شامل ہے۔

المکتبۃ المرکزیۃ: یہ جامعہ اُثریہ کی لائبریری ہے۔ جو ہزاروں کتب پر مشتمل ہے۔ اس میں نادر مخطوطات اور قیمتی نسخے بھی ہیں۔ اس لائبریری میں قائم مجلس التحقیق الاثری کے تحت بیسیوں کتب شائع کی جا چکی ہیں۔ جو بیشتر عربی میں ہیں۔ چند اردو کتب بھی ہیں۔ لیکن اردو اشاعت پر توجہ کی ضرورت ہے بالخصوص حضرت مولانا حافظ عبدالغفور جہلمیؒ کی کتب اور علامہ مدنیؒ کی تحریر جو قادیانیوں کی مخالفت میں لکھی گئی تھی ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔

ماہنامہ حرمین: تقریباً ۱۹۹۰ء سے جاری یہ ماہنامہ صحافتی دُنیا میں اپنا اچھا مقام رکھتا ہے اس کی فائل جمع رکھنے والی اور لائبریری کی زینت بنانے والی ہے۔ اس کے سائز میں تبدیلی کمپوزنگ کالم وائز، پوائنٹ کی تبدیلی، کاغذ کی بہتری کی ضرورت ہے۔ کئی دفعہ دو ماہ بعد آتا ہے۔ اس کا تسلسل برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس میں مقامی جماعتی خبروں کا پوائنٹ مزید چھوٹا کر کے زیادہ علاقائی نمائندگی کی ضرورت ہے۔ اس میں تبصرہ کتب بھی نہیں کیا جاتا وہ بھی ہونا چاہیے۔

شعبہ مساجد: جامعہ کی طرف سے جہلم شہر گرد ونواح، دیگر اضلاع اور شہروں میں سینکڑوں مساجد تعمیر کی گئی ہیں بعض کے خرچ کے انتظام کا بھی جامعہ ذمہ دار ہے۔ اس سلسلہ خیر میں مخیّر حضرات کو دست تعاون بڑھانا چاہیے۔

تبلیغ وافتاء: یہاں سے مختلف پسماندہ علاقوں میں دین کی تبلیغ کیلئے مبلغین بھی روانہ ہوتے ہیں نیز ہر قسم کے پیش آمدہ دینی مسائل پر فتویٰ بھی جاری کیا جاتا ہے۔

نظم جماعت: یہ ادارہ اور اس کے تمام متعلقین مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان سے وابستہ ہیں جو ملک بھر کے اہل حدیث کی اصل نمائندہ تنظیم ہے۔ جامعہ کے رئیس جماعت کے ضلعی امیر بھی ہیں۔ مرکزی جمعیت، اہل

حدیث یوتھ فورس اور اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ضلعی دفاتر بھی یہاں پر ہیں۔ علامہ مدنی مرحوم کے ہونہار صاحبزادے سعد مدنی ان دنوں اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کے مرکزی صدر ہیں۔

اثریہ ٹرسٹ ہسپتال بھٹیال و اثریہ فری ڈسپنسری: چک جمال روڈ پر اثریہ ٹرسٹ ہسپتال بھٹیال ایک عرصہ سے جاری ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ہسپتال میں کسی تقریب کے موقع پر نامور سیاستدان بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم، بطور خاص تشریف لائے تھے۔ اس حوالہ سے جامعہ کے دیرینہ معاون، جہلم کی معروف سیاسی وسماجی شخصیت جناب میاں نعیم بشیر اور ان کے والد مرحوم کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔

ہسپتال کے علاوہ جامعہ سے ملحقہ اثریہ فری ڈسپنسری شہر میں کام کر رہی ہے۔ جامعہ میں ہر سال یہاں پر فری آئی کیمپ منعقد کیا جاتا ہے۔ جس میں غریب لوگوں کی آنکھوں کے فری آپریشن کئے جاتے ہیں۔ لینز لگائے جاتے ہیں کیمپ میں جملہ ادویات اور رہائش وخوراک بالکل فری مہیا کی جاتی ہے۔

؎ یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اس کے علاوہ بھی جامعہ کی بہت سی خدمات ہیں۔ میں کس کس کا ذکر کروں اور کس کس بات کو چھوڑوں۔

؎ کچھ قمریوں کی یاد ہیں کچھ بلبلوں کو حفظ
چمن میں ٹکڑے مری داستان کے ہیں

(جاری ہے)

قاری عبدالغفور راشد کی رحلت

دارالحدیث راجووال ضلع اوکاڑا کے بڑے ہی محنتی مدرس قاری عبدالغفور راشد 14 اگست بروز منگل وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ضلع قصور کے علاقے بونگی کلیاں میں پیدا ہوئے تھے۔ دارالحدیث راجووال میں قرآنِ کریم حفظ کیا۔ دارالحدیث کی مسجد کی تعمیر میں انہوں نے بڑی جدوجہد کی۔ ۱۹۴۹ء میں خود اپنے ہاتھوں سے پھول دار ٹائلیں اور بالے وغیرہ انہوں نے ہی لگائے تھے اور فقط دو دن میں یہ چھوٹی سی مسجد تعمیر کر دی تھی۔ قرآنِ کریم ایک سال میں یاد کر لیا تھا پھر اسی مدرسہ میں تدریس شروع کر دی تھی۔ ان کے بے شمار شاگرد ہوئے ہیں اور یہ شاگرد آج اساتذہ میں شامل ہیں۔

الملک (سلطان) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود اور تاریخ واقعات انہدامِ قبور

تحریر: مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف۔ لاہور

سرزمین فارس۔ایران۔میں جناب خمینی کی رہنمائی میں جو انقلاب آیا، اس کی بابت بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ ''اسلامی انقلاب ہے'' اور عالم اسلام کی رہنمائی کیلئے مسلمانوں کو خمینی کی شکل میں ایک ''عظیم قائد'' مل گیا ہے۔اس ادعائی پروپیگنڈے سے اچھے اچھے باخبر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں بہت سے لوگ مغالطوں کا شکار ہوگئے اور بہت سوں نے انقلاب ایران سے حسین امیدیں وابستہ کرلیں۔لیکن فراست ایمانی سے بہرہ ور اہل علم اور شیعہ مذہب کی حقیقت سے باخبر حضرات مذکورہ مغالطوں کا شکار نہیں ہوئے۔انہوں نے اسے خالص شیعہ انقلاب ہی سمجھا جس سے گذشتہ تاریخ کی روشنی میں خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔اسے انہوں نے بجا طور پر امت مسلمہ کیلئے سخت خطرناک قرار دیا اور مسلم عوام کو اس کے دام ہم رنگ زمین سے بچانے کی کوشش کی۔الحمدللہ ان کی کوشش سے اور خود ایرانیوں کے اسلام دشمن کردار اور رویے سے مسلم عوام پر انقلاب ایران کی اصل حقیقت واضح اور آشکارا ہوگئی بالخصوص ایام حج میں مقامات مقدسہ میں چند سال وہ جس قسم کی ہنگامہ آرائی کرتے رہے مکہ مکرمہ میں سیاسی، مذہبی جلوسوں کے ذریعہ قتل وغارتگری کا بھرپور مظاہرہ بھی کیا اور جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے جن میں زیادہ تر تعداد ایرانی مظاہرین ہی کی تھی حرمین شریفین (زادھما اللہ عزاً و شرفاً)۔میں ہنگامہ آرائی اور فساد انگیزی نے ایرانیوں کے مکروہ عزائم کو طشت از بام اور انقلاب ایران کی حقیقت کو عریاں کردیا ہے۔علاوہ ازیں پاک وہند اور لندن وغیرہ میں ایرانی زعماء نے کچھ نام نہاد سُنی اصحاب جبہ ودستار کو اپنے ساتھ ملا کر ''حج سیمینار''، ''المقدس سیمینار'' اور ''حجاز کانفرنس'' کے خوش نما عنوانات سے اجتماعات کیے، جن میں عالم اسلام کی واحد اسلامی مملکت اور حرمین شریفین کی محافظ حکومت کے خلاف زہرا گلا گیا۔اس پر الزام تراشی کرکے اسے بدنام کرنے کی مذموم سعی کی گئی اور عجیب عجیب قسم کے مضحکہ خیز مطالبات کیے گئے۔

مثلاً:۔مکہ مکرمہ ومدینہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ان کا انتظام عالم اسلام کے نمائندوں پر مشتمل کسی کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کا ازالہ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام پہلوؤں پر جن کا تعلق ان مطالبات سے ہے اہل علم واہل قلم ان پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں اس مقالے میں صرف آخری نکتے کے ضمن میں ایک پہلو کی وضاحت کرنی مقصود ہے اور وہ ہے اس کا تاریخی پس منظر یعنی وہ مقامات مقدسہ کون سے ہیں جن کی بے حرمتی کا دعویٰ کر کے اس کے ازالہ کا مطالبہ مسلسل کیا جا رہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حرمین شریفین میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ حرم کعبہ، مسجد نبوی ﷺ، روضہ رسول ﷺ اور دیگر مساجد ہیں اور یہ بحمد اللہ تمام کے تمام نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ ان کا انتظام ایسے اعلیٰ پیانے پر سعودی حکومت نے سنبھالا ہوا ہے کہ جسے انسانی مساعی کی آخری حد کہا جا سکتا ہے جس کی تصدیق ہر حاجی سے کی جا سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کے علاوہ وہ کون سے مقامات مقدسہ ہیں جن کی بے حرمتی یا انہدام کا الزام سعودی حکومت پر لگایا جاتا ہے اور اس کے ازالے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ آج سے ساٹھ سال قبل کا واقعہ ہے جب سعودی حکومت کے بانی یعنی والی نجد وحجاز سلطان عبدالعزیزؒ نے شریعت اسلامیہ کے مطابق ان تمام مقبروں کو جو قبہ نما بنی ہوئی تھیں اور شریعت سے بے خبر عوام وہاں غیر شرعی حرکات کرتے تھے، ڈھا دیا تھا اور ان کو عام سادہ قبروں کی طرح بنا دیا تھا کہ عوام آئندہ اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوں جس طرح پہلے چلے آ رہے تھے۔ ان پختہ قبروں اور قبوں کو ہی یہ حضرات مقامات مقدسہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ مزارات ہیں یعنی جائے زیارت اور متبرک مقامات حالانکہ حدیث (رسول ﷺ **لاتشد الرجال الا الی ثلاثة مساجد**)۔ (الحدیث) کی رو سے ایسے متبرک مقامات جن کی زیارت کیلئے شد رحال کی اجازت ہے صرف تین ہیں مسجد حرام مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ۔ اس حدیث کے مطابق ان تین مقامات جن کی زیارت کیلئے شد رحال کی اجازت ہے صرف تین ہیں مسجد حرام مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ۔ اس حدیث کے مطابق ان تین مقامات کے علاوہ کسی جگہ کیلئے بطور خاص تقربی سفر جائز نہیں ہے۔ لیکن اہل تشیع اور اہل سنت کے لیبل سے آراستہ ایک گروہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے پیروکار جو پختہ قبر، قبہ اور گنبد نما عمارت کو مقدس، متبرک اور مزار (جائے زیارت) سمجھتے ہیں شد رحال کر کے وہاں جانے کو نہایت سعادت کا باعث ہی نہیں گردانتے قضائے حاجات کیلئے بھی اکسیر سمجھتے ہیں۔ قبروں میں مدفون افراد واشخاص کو حاجت روا، مشکل کشا، سمیع وبصیر، نافع وضار، متصرف الامور اور دیگر الٰہی صفات سے متصف مانتے ہیں جس کا مشاہدہ پاک وہند ایران اور دیگر ملکوں میں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قبروں پر خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جاتا ہے، خانہ کعبہ ہی کی طرح انہیں منوں عرق گلاب

سے غسل دیا جاتا ہے حج کی طرح سالانہ عرس کیے جاتے ہیں اور انہیں حج کا مترادف سمجھا جاتا ہے ان کے نام کی نذر نیازیں دی جاتی ہیں ان کی قبروں پر سجدہ تک روا رکھا جاتا ہے، ان کے نام کی بعض جگہ نمازیں تک پڑھی جاتی ہیں ان سے استمداد اور استغاثہ کیا جاتا ہے، الغرض ان قبروں میں مدفون افرد کو مقام الوہیت پر فائز اور ان مقامات کو خانہ کعبہ کی طرح متبرک ومقدس سمجھا جاتا ہے۔ یوں شریعت اسلامیہ کے بامقابل ایک نئی شریعت بنالی گئی ہے اور دین اسلام کے متوازی ایک نیا دین گھڑ لیا گیا ہے جس میں سنت کی جگہ بدعت اور توحید کی جگہ شرک کی فرمانبرداری ہے جہاں خوف ورجاء کا مرکز اللہ کی ذات نہیں مردہ بزرگ ہیں اور جہاں ان فوت شدگان ہی کو تمام اختیارات کا منبع اور سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی مرد مومن، جس کو اللہ تعالیٰ تمکن فی الارض عطا فرمائے اقتدار واختیار سے بہرہ ور کرے اور جلال شاہی سے نوازے، یہ کاروبار لات ومنات برداشت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ والی نجد وحجاز سلطان عبدالعزیزؒ کے زیرنگیں جب یہ مقدس مقامات (حرمین شریفین) آئے اور انہوں نے دیکھا کہ

ے مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

کے مصداق لوگ پختہ قبروں اور قبوں کو پوجتے ہیں انہوں نے اپنی لو اللہ سے لگانے کی بجائے مُردوں سے لگائی ہوئی ہے تو انہوں نے وہی کام کیا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں کیا تھا اور جسے بعد میں پھر حضرت علیؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں کیا کہ تمام پختہ قبریں اور قبے ڈھا دیئے اور انہیں عام قبروں کی طرح کردیا تاکہ شریعت سے ناواقف عوام پہلے کی طرح وہاں مشرکانہ امور سرانجام نہ دے سکیں۔ جیسا کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوالہیاج اسدی کو یہ فرمایا کہ "کیا میں تمہیں اس کام پر مأمور نہ کروں جو رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے کروایا تھا اور وہ یہ کہ جاؤ جو بھی تصویر، مجسمہ (تمثال) تمہیں نظر آئے، اسے مٹا دو، اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اسے برابر کردو"۔ (**عن أبي الهياج الأسديؒ قال قال لي علي بن أبي طالب: ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول ﷺ أن لا تدع تمثا لاً الا طمسته ولا قبراً مشرفاً الا سويته**) [صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر حدیث نمبر ۹۶۹]

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قبروں کو پختہ (چونا گچ۔ سمنٹ) کرنے، ان پر مجاور بن کر بیٹھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (**نهىٰ رسول ﷺ أن يجصص القبر وأن يقعد وأن يبنىٰ**

علیه)[صحیح مسلم، کتاب الجنائز، ج۲،ص ۶۶۷، حدیث نمبر ۹۷۰طبع بیروت]ترجمہ:''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر کوئی عمارت بنانے سے منع فرمایا''۔ نیز رسول ﷺ نے یہود و نصاریٰ پر اس وجہ سے لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا۔

(لعن اللہ الیھود النصاریٰ اتخذوا قبور أنبیائھم مساجد)[صحیح مسلم، حدیث نمبر ۵۳۰]

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا''۔

(ألا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور أنبیا ئھم و صالحیھم مساجد ألا فلا تتخذوا القبور مساجد انی أنھا کم عن ذلک)[صحیح مسلم، ج۱،ص ۳۷۸، حدیث نمبر ۵۶۳۲] ایک اور حدیث میں ایسے لوگوں کو، جو نیک آدمیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ (عبادت گاہ) بنا لیتے ہیں، عنداللہ بدترین خلائق قرار دیا۔ فرمایا۔(ان أو لئک اذا کان فیھم الر جل الصا لح فمات بنوا علی قبرہ مسجداً وصوروافیہ تلک الصور أولئک شرار الخلق عنداللہ یوم القیامۃ)[صحیح مسلم، ج۱،ص ۳۷۶، حدیث نمبر ۵۶۸، طبع بیروت کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ] اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (فلو لا ذلک أبرز قبرہ غیر أنہ خشي أن یتخذ مسجداً)۔ نبی ﷺ کی قبر بھی اسی اندیشہ کی وجہ سے کسی کھلی جگہ کی بجائے، حجرے کے اندر بنائی گئی۔[صحیح مسلم، ج۱،ص ۳۷۶] سلطان عبدالعزیزؒ نے اسلام کی ان واضح اور دوٹوک تعلیمات کی روشنی میں پختہ قبروں اور قبوں کو ڈھا کر تمام قبروں کو یکساں کر دیا۔ قبریں، بالخصوص صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کی قبریں بلاشبہ قابل احترام ہیں جن کی بے حرمتی قطعاً جائز نہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ قبریں پختہ بنا دی جائیں اور ان پر قبہ نما عمارتیں کھڑی کر دی جائیں تو شریعت اسلامیہ کے مطابق ان قبروں اور قبوں کو ڈھا کر انہیں عام قبروں میں تبدیل کر دینا، قبروں کی بے حرمتی قطعاً نہیں ہے بلکہ یہ عین اسلام ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل ہے اور تعامل خیر القرون کے بالکل مطابق ہے۔

سعودی حکومت کا عظیم تاریخی و اسلامی کارنامہ

بانی مملکت سعودیہ جناب سلطان عبدالعزیزؒ نے یہی کام کیا ہے جس کی وضاحت اور تاکید حضرت علیؓ

کی مذکورہ بالا روایت اور دیگر روایات میں کی گئی ہے اور جس پر الحمدللہ ان کے فرزندان والا تبار حفظہم اللہ تعالیٰ بھی گامزن ہیں یہ اسلام کی ایک نہایت عظیم الشان خدمت ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اس دور میں آل سعود اور آل شیخ کو عطا فرمائی۔ جزاهم الله أحسن الجزاء عن جميع المسلمين ۔ پختہ قبریں ڈھانے کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کیا، کسی قبر کی بے حرمتی نہیں کی، کسی مقام مقدس کو انہوں نے نہیں ڈھایا۔لیکن بدقسمتی سے برصغیر پاک و ہند میں جو اسلام رائج ہے اس میں پختہ قبریں اور ان پر قبوں کی تعمیر نہ صرف جائز ہے بلکہ وہاں پوجا پاٹ کے دیگر مراسم بھی بکثرت بجالائے جاتے ہیں اس لئے اس قسم کے لوگوں نے اس وقت بھی سلطان عبدالعزیز کے خلاف یہی پروپیگنڈہ کیا تھا جس کا اعادہ اب ۶۰ سال کے بعد کیا جارہا ہے۔

یہ ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے۔ راقم چاہتا ہے کہ اس کی ضروری تفصیل یہاں پیش کر دی جائے تا کہ ایک تو پروپیگنڈے کی حقیقت واضح ہو جائے۔ دوسرے سلطان عبدالعزیز کے اقدام کی نوعیت سے لوگ آگاہ ہو جائیں اور عوام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ اس سلسلے کے حقائق و واقعات اس دور میں شائع ہو چکے ہیں جب سلطان عبد العزیز (والد شاہ فیصل وشاہ خالد وشاہ فہد وغیرہم) نے سرزمین حرمین سے شریف حسین مکہ (جو انگریز کا حمایتی وطرفدار تھا اور جس نے عملاً عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے حج کرنا انتہائی دشوار بنا دیا تھا) کا اقتدار ختم کر کے نجد وحجاز کا انتظام سنبھالا اور تمام پختہ قبریں مسمار کر کے ان کو شریعت اسلامیہ کے مطابق کر دیا تھا۔ سلطان کے اس اقدام کو تو چونکہ خلاف شریعت ثابت نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لئے توہم پرست لوگوں نے الزام تراشی کا راستہ اختیار کر کے اپنے دل کا بخار نکالا اور اس طرح کی من گھڑت چیزیں پھیلائیں کہ سلطان عبدالعزیزؒ نے کئی مسجدیں مسمار کر دی ہیں، قبروں کی بے حرمتی کرنے سے بھی باز نہیں آئے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس دور میں تحقیق حال کیلئے ہندوستان (متحدہ ہند) سے علماء کا ایک وفد مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے (جس میں چوٹی کے علماء واعیان اور ممبران کونسل شامل تھے) خود حجاز گیا اور وہاں کے تمام حالات کا جائزہ لیا اور وہاں کے افسران بالا! اور خود سلطان عبدالعزیزؒ سے مل کر اصل حالات معلوم کیے، اس وفد نے وہاں سے واپس آکر جو رپورٹ دی۔ وہ اس وقت شائع ہو گئی تھی، یہاں اس رپورٹ سے چند اہم اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تا کہ انہدام مقبور وقباب کے الزام کی حقیقت واضح ہو جائے۔

وفد مذکورہ نے جب مآثر و مقابر کے گرانے سے متعلق استفسار کیا تو سلطان نے اس کے جواب میں جو کہا، وہ وفد کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

آثار ومبانی کی سردست اس طرح اصلاح کرادی جائے گی کہ ان کا احترام قائم رہے اور یہ محفوظ رہیں لیکن ان کی دوبارہ تعمیر کے متعلق انہوں نے صاف صاف فرمایا کہ بلادمقدسہ میں صرف شریعت اسلامیہ ہی کے موافق فیصلہ کیا جائے گا اور اسی قانون شرعی کا یہاں نفاذ ہوگا جس کی تشریح سلف صالح اور آئمہ اربعہ نے کی ہے۔ اگر دنیا کے محققین علماء اس کا فیصلہ کردیں کہ دوبارہ ان آثار کا تعمیر کرنا ضروری ہے تو میں سونے چاندی سے انہیں تعمیر کرانے کیلئے مستعد ہوں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے تمام اور آثار ومبانی کا جو دنیا کے محققین علماء فیصلہ کریں گے اس کے موافق عمل کیا جائے گا۔ اور علما کے فیصلے سے قبل کی تمام چیزیں اصلی شکل پر قائم رکھی جائیں گی البتہ روضہ الرسول ﷺ کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں اس کا تحفظ اور بقا ہر مسلمان کیلئے فرض ہے اور جس کی حفاظت کیلئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی جان اور تمام خاندان کو اس پر قربان کردوں گا۔ اس لئے میں نے مدینہ منورہ میں ایسی فوج بھیجی ہے جو مصالح شناس ہے اور ان شاء اللہ وہ تمام آثار کا احترام ملحوظ رکھے گی"۔

ہم (وفد) نے صرف اسی زبانی گفتگو پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان تمام مسائل کے متعلق سلطان عبدالعزیز سے ایک بلاغ لکھوالیا جو رپورٹ کے ساتھ منسلک ہے۔" (رپورٹ صفحہ ۲۱) وفد مذکور نے سلطان مرحوم سے جو تحریری بلاغ (اعلان) حاصل کیا تھا، اس کا ترجمہ رپورٹ ہی سے درج ذیل ہے۔

اعلان عام

عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل السعود کی طرف سے، مشرق ومغرب کے مسلمانوں کے نام: الحمد لله الذی لا اله الا هو، والسلام علی رسوله محمد ﷺ۔ جو روز قیامت میں شفیع ہونگے۔

اما بعد:۔ یہ کہ میں نے وفد جمعیت خلافت ہند اور جمعیۃ العلماء کے نمائندوں سے ان مسائل کے متعلق گفتگو کی جن کا علم مسلمانوں کو ضروری ہے اور جن کے متعلق ہمارے خیالات کی حقیقت جاننا اہم ہے پورے اخلاص وصراحت کے ساتھ گفت وشنید ہوئی اور اللہ کا شکر ہے ہمارے اور ان کے درمیان تمام مسائل زیر بحث میں پورا اتفاق ہوگیا۔

حق کے دشمن اور باطل کے دوست افتراء کررہے ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور اپنی سعی باطل سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کررہے ہیں وہ سیدھے سادے مسلمانوں کے قلوب میں غلط خیالات پیدا کررہے ہیں جنہیں حقیقت حال کا پتہ نہیں ہے اور جو نہیں جانتے کہ ہماری پالیسی کیا ہے؟ ان افتراء پردازیوں کے

تدراک کیلئے میں حسب ذیل اعلان کرتا ہوں جس سے دلائل کی روشنی میں حق و باطل کی تمیز ہو جائیگی۔

۱۔ میں ان قوموں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھ حق کی مدافعت کی اور ہندوستانی قوم کا خاص طور سے شکر گزار ہوں کہ اس نے ایسے وقت میں عربوں کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور ان کے قضیے کی طرف توجہ کی جب کہ عرب خود آپس کی آویزش و عداوت میں مبتلا ہو کر اپنے دینی اور وطنی فریضے کو بھول چکے تھے۔ میں اس لیے بھی مسلمانان ہند کا خاص طور سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے سب سے پہلے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اللہ انہیں بہتر جزاء دے۔

۲۔ میں اب بھی اسی قول پر قائم ہوں جس کا اظہار میں نے عالم اسلام کو دعوت دیتے وقت کیا تھا۔ مؤتمر کے انعقاد کی ضرورت ہے جو ان امور پر غور کرے جو حجاز کے تمام مسلمانوں کیلئے اہمیت رکھتے ہیں۔ راستے کی اصلاح و حفاظت ہر زائر کیلئے راحت و آرام کے وسائل کی فراوانی، ڈاک وغیرہ کے امکان کی سہولت، ایسے امور کے انتظام کے متعلق حجاز میں ہم اور وہ مل کر ذمہ داری قبول کریں۔ راستے کھلنے کے بعد ہی عنقریب ایسی مؤتمر اسلامی کی دعوت پھر دی جائے گی۔

۳۔ حجاز کی کامل آزادی کی حفاظت ہم اپنی جان تک سے کریں گے کہ غیر مسلم کا اثر حجاز میں قائم نہ ہو۔ اس میں ہمارے دین و شرف کی حفاظت ہے۔

۴۔ بلادِ مقدسہ کا قانون عام شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوگا اور تمام مسائل کا فیصلہ غور و خوض کے بعد تمام ممالک کے محقق علماء کریں گے۔

۵۔ میں اس بات کو نہایت زور و تاکید کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ مدینہ منورہ ﴿حرماً آمناً﴾ کی حیثیت رکھتا ہے اس میں قتل و غارت و بربادی جائز نہیں، اس کے شرف و احترام کی حفاظت کی وجہ سے میں عرصے سے صرف اس محاصرے پر اکتفاء کر رہا ہوں، حالانکہ اس میں بہت مالی نقصان ہو رہا ہے اور اس میں بہت مالی نقصان ہو رہا ہے اور حالانکہ اللہ کی مدد سے میں مدینہ منورہ پر ایک گھنٹے میں قبضہ کر سکتا ہوں لیکن بلاد و عباد کی سلامتی چاہتا ہوں میں نے لشکر کو حکم دے دیا ہے کہ کسی صورت بھی مدینے پر ہجوم نہ کرے اور اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ دشمن خود ہتھیار ڈال کر حوالے نہ کر دے۔ مدینہ منزرہ میں جو عمارتیں ہیں ان کے متعلق سابقہ دفعہ کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

ہمارے دشمن مشہور کر رہے ہیں کہ جب ہم مدینہ پر قبضہ کریں گے تو روضہ رسول اللہ ﷺ کو منہدم کر دیں گے، حاشا، کوئی مسلمان ہرگز ایسا نہ کرے گا، اگر کوئی ایسا کرے تو میں اس کی حفاظت میں اپنی جان، مال اور اولاد قربان کردوں گا میں اللہ کے حرم مکہ اور رسول ﷺ کے حرم مدینہ منورہ میں کوئی فرق نہیں کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کو حرم بنایا جس طرح سیدنا ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم کیا میری اللہ سے دعا ہے کہ اس کام کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو۔ (۲۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ مہر سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود)

اعلان کے مطابق عمل

احترام مدینہ کے سلسلے میں سلطان (الملک) عبدالعزیز نے جو یقین دہانی کرائی تھی اس پر کتنی سختی سے عمل درآمد کرایا گیا، اس کا اندازہ سلطان کے ان احکام سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنی اس فوج کو دیئے جو مدینے کو فتح کرنے پر مامور تھی۔ اس کی کچھ تفصیل اسی دور کے ایک ہندوستانی اخبار نے حجاز کے ایک مؤقر اخبار کے حوالے سے شائع کی تھی، جو حسب ذیل ہے:

''اسی ہفتے کی ڈاک سے ہمارے پاس ''ام القریٰ''، کا جو پرچہ پہنچا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سعود نے مزید احتیاط کیلئے نجد کے ایک مشہور عالم شیخ عمر بن سلیم کو مدینہ منورہ بھیج دیا ہے تا کہ وہ شرعی حیثیت سے محاصرہ فوج کی نگرانی کریں اور دورانِ جنگ میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہ کرنے دیں جو حرمت مدینہ کے منافی ہو۔ اس کے ساتھ ایک فرمان فوج کے نام بھی بھیجا، جس میں اللہ کا واسطہ دے کر اسے حکم دیا ہے کہ حدود حرم میں دشمنوں کے خلاف کوئی جنگی کاروائی نہ کریں۔ اخبار ''ام القریٰ''، کا بیان ہے کہ نجدی فوج کو سلطان کے ان پے در پے تاکیدی احکام سے بہت کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے، چنانچہ وہ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ''جب نجدی فوج نے سلطانی احکام کے مطابق ہر قسم کی جنگی کاروائیوں کو بند کر دیا تو مدینے کی محصور فوج کو یہ گمان ہوا کہ اب شاید نجدیوں کی ہمتیں پست ہوگئی ہیں اور یہ سوچ کر انہوں نے عین نماز فجر کے وقت ہمارے کیمپ پر حملہ کر دیا۔ اول اول تو اس اچانک حملے سے ہماری فوج میں سخت انتشار پیدا ہوگیا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مگر بعد میں اپنی قوت کو مجتمع کر کے ان پر جوابی حملہ کیا اور انہیں مارتی ہوئی مدینہ کے قرب تک پہنچ گئی لیکن عین شہر کے سامنے جبکہ فتح کے دروازے بالکل کھلے ہوئے تھے، دفعتہً شیخ عمر بن سلیم نے فوج کو للکارا کہ۔

"خبردار آگے نہ بڑھنا، سلطان کی نافرمانی تمہیں سخت سزا کا مستوجب بنادے گی"۔

آخر مجبوراً ہماری فوج کو رک جانا پڑا اور مدینے کی فتح مکمل ہوتے ہوتے رہ گئی۔

ان نقصانات سے ابن سعود کی فوج میں جیسی کچھ بددلی پھیل رہی ہوگی، اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے لیکن وہ عالی ظرف انسان احترام مدینۃ الرسول ﷺ کی خاطر نہ صرف ان تمام باتوں کو برداشت کر رہا ہے بلکہ دنیائے اسلام کو مطمئن کرنے کیلئے اپنی فوج کو تاکید کر رہا ہے کہ وہ ذلیل محکوم ہندوستانیوں کے نمائندوں کی نگرانی وہدایت پر عمل کرے حالانکہ کوئی خوددار بادشاہ اپنی فوج کیلئے ایسی ذلت پسند نہیں کر سکتا۔ (اخبار الجمعیۃ، دہلی ۱۰ دسمبر ۱۹۲۵ صفحہ ۲ کالم ۲) یہ تمام تفصیلات شائع شدہ ہیں راقم نے یہ تمام اقتباسات "مسئلہ حجاز پر نظر، مؤلفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم مطبوعہ ۱۹۲۵ء سے نقل کیے ہیں یہ تمام تفصیلات ڈاکٹر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے اپنی کتاب "مولانا ظفر علی خان اور ان کا عہد" میں بھی نقل کی ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

وفدِ خلافت کے سلسلے میں یہ وضاحت بھی کر دینی نامناسب نہ ہوگی کہ تین مرتبہ ہندوستان سے خلافت کمیٹی کی طرف سے وفد گئے۔ پہلا وفد ۱۹۲۴ء میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کی قیادت میں گیا جبکہ شریف حسین اور سلطان عبدالعزیز کے درمیان جنگ جاری تھی اس وفد کو شریف حسین کے لڑکے امیر علی نے سلطان عبدالعزیزؒ تک نہ جانے دیا۔ بالآخر دو مہینے کے قیام کے بعد یہ وفد جدہ سے ہی واپس آ گیا دوسرا وفد ۱۹۲۵ء میں گیا جس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد عرفان اور شعیب قریشی وغیرہ تھے، اور اس وقت سلطان کی پیش قدمی جاری تھی جس کی وجہ سے مقابر و مآثر کے گرانے کی افواہیں گرم تھیں اور اس کی وجہ سے ایک خاص طبقے کے جذبات میں گرمی تھی وفدِ خلافت کی جو رپورٹیں ان دنوں شائع ہوئیں جن کا کچھ حصہ مذکورہ صفحات میں نقل کیا گیا ہے اس دوسرے وفد کی ارسال کردہ ہیں۔

تیسرا وفد خلافت ۱۹۲۶ء میں اس وقت گیا جب پورا حجاز سلطان عبدالعزیز کے زیر انتظام آ گیا تھا اور سلطان نے حسب وعدہ ایک مؤتمر اسلامی کا انعقاد کیا تھا جس میں حجاز سے متعلقہ مسائل پر غور و خوض کرنا تھا اس مؤتمر میں شرکت کرنے کیلئے یہ وفد گیا تھا۔ اس کی قیادت بھی پہلے وفد کی طرح مولانا سید سلیمان ندویؒ نے کی تھی اور اس

کے ارکان مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور شعیب قریشی تھے اس موقعے پر دو وفد اور بھی ہندوستان سے گئے تھے ایک اہل حدیث کانفرنس کی طرف اور دوسرا جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے اس مؤتمر میں بھی انہدام قبور وقباب کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا اور ہندوستانی وفد نے اس طرف توجہ دلائی کہ اس معاملے میں عجلت سے کام لیا گیا ہے۔

جس کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ اگر یہی کام عالم اسلام کے محقق علماء کی آراء حاصل کرنے کے بعد کیا جاتا (جو آپ کی رائے سے مختلف نہ ہوتیں) تو زیادہ بہتر ہوتا، اس کے جواب میں سلطان مرحوم نے فرمایا: ''آپ نے جو کچھ کہا صحیح ہے میں دل سے یہی چاہتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ لوگ ہماری قوم سے واقف نہیں ہیں۔ ان کے متعصب قبائل نے دھمکی دی کہ ہم نے اس لئے جہاد اور اپنا جان و مال قربان کیا تھا کہ مراسم شرک کا استیصال اور قرآن وسنت کو قائم کیا جائے۔ اس لئے جلد سے جلد ان قبوں اور عمارتوں کو منہدم کر دیا جائے۔ ورنہ ہم خود ان کو گرا دیں گے۔ اس دھمکی کے بعد ہمارے لیے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا ان کو بزور اس سے روکتے یا گرانے کی اجازت دے دیتے۔ پہلی صورت میں خانہ جنگی کا اندیشہ تھا اور دوسری صورت میں فتنہ وفساد کا جس سے اہل مدینہ کو بھی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑتا اور دوسری عمارتوں کو بھی صدمہ پہنچتا اور ان کا مطالبہ غیر شرعی بھی نہیں تھا بلکہ اللہ اور رسولؐ کے حکم اور کتاب وسنت کے مطابق تھا اس لئے میں نے قاضی القضاۃ سے خواہش کی کہ وہ خود مدینہ جا کر اس کام کو انجام دیں، جو چیز اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مطابق ہے اس میں اختلاف نہ ہونا چاہیے''۔ (دیکھئے حیات سلیمان مطبوعہ اعظم گڑھ، صفحہ ۲۵۷، ۲۵۹)

تائید مزید مولانا سید سلیمان ندویؒ کی وضاحت

مذکورہ تفصیلات کی تائید اس دور کے اکابر اہل علم کی تحریرات وتقاریر سے بھی ملتی ہے چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنے ایک خطبہ صدارت میں جو انہوں نے جمعیت علمائے ہند کے اجلاس ہفتم منعقدہ کلکتہ (۱۹۲۶ء) میں پڑھا تھا، لکھتے ہیں۔ ''اللہ کا شکر ہے کہ حجاز میں بدامنی اور جنگ کے بجائے امن وامان کا دور دورہ ہے، گذشتہ سال جو حاجی گئے اور امسال جو وفد خلافت گیا سب نے راستوں کی مأمونیت اور قبائل کی اطاعت اور حالات کی درستی کی اطلاع دی اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور لیاقتوں کی تعریف کی۔ اثنائے جنگ میں بعض مقدس عمارتوں کے ساتھ بے ادبی کی اطلاعیں بہت کچھ مبالغہ آمیز نکلیں۔ حجاز کے آثار صحیحہ کی بقاء واستحفاظ کی آرزو ہر مسلمان دل میں موجود ہے اور یقیناً

آئندہ مؤتمر اسلامی کا فرض ہو گیا کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری موجودہ حکومت حجاز سے حاصل کرے۔ اس بارے میں جمعیۃ العلماء سے یہ درخواست بے جانہ ہوگی کہ مقابر و آثار متبرکہ صحیحہ کے متعلق ہر طرح تحقیق کر کے قرآن پاک، احادیث صحیح اور آثار سلف سے جو کچھ شرعی احکام ثابت ہوں ان سے مسلمانوں کو باخبر کرے اور علمائے نجد و حرمین کو بھی اس سے متفق بنانے کی کوشش کی جائے۔ (جمعیۃ العلمائے ہند، مرتبہ پروین روزینہ اسلام آبادی، جلد اول صفحہ ۳۵۷)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تفصیلی وضاحت

مولانا ابوالکلام آزادؒ مرحوم نے بھی اکتوبر ۱۹۲۵ء میں ''امیر ابن سعود اور حرمین شریفین اور گنبدوں کے انہدام کا حادثہ'' کے عنوان سے ایک نہایت فکر انگیز مضمون لکھا تھا۔ اس مضمون سے بھی گزشتہ تفصیلات کی تائید ہوتی ہے لیکن قبل اس کے کہ مولانا آزادؒ کے اقتباسات پیش کیے جائیں اس پس منظر کی وضاحت ضروری ہے۔ جس میں وہ مضمون لکھا گیا تھا۔ سلطان عبدالعزیز سے قبل حجاز (مکہ، مدینہ طائف وغیرہ) کا گورنر شریف حسین تھا جو ترکی کی خلافت عثمانیہ کی طرف سے مقرر تھا شریف حسین خلافت عثمانیہ سے بغاوت کر کے نہ صرف انگریزوں کے ساتھ مل گیا بلکہ اس نے ایک طرف عرب کے بعض دوسرے حصوں مثلاً شام، فلسطین اور عراق میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کیلئے مداخلت کا دروازہ کھول دیا اور دوسری طرف اس نے حرمین شریفین میں ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا حتیٰ کہ مسلمانان عالم کیلئے حج کرنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں سلطان عبدالعزیز جو ان دنوں نجد و ملحقات کا والی تھا، میدان جنگ میں اترنے پر مجبور ہوا، اس نے اپنے ایک جرنیل خالد بن لوئی کو پیش قدمی کا حکم دیا، اس کے نتیجے میں طائف فتح ہو گیا اور مکہ معظمہ کا راستہ کھل گیا۔ انہی ایام میں شریف حسین کی حکومت سے دست برداری کے بعد اس کا بیٹا امیر علی حجاز کا بادشاہ بن گیا، اسی اثناء میں سلطان عبدالعزیز کے عساکر نے حجاز کے باقی حصے بھی مسخر کر لیے۔ آخر امیر علی جدہ چھوڑ جانے پر مجبور ہو گیا۔ نجدی جرنیل (خالد بن لوئی) نے طائف نیز مکہ معظمہ میں بعض قبے منہدم کرا دیئے جہاں لوگ بت پرستوں کی طرح مشرکانہ مراسم عبادت بجالاتے تھے جس پر سلطان کے مذہبی مخالفین نے شور مچا دیا۔ مولانا آزادؒ نے جب یہ مضمون لکھا تھا اس وقت سلطان عبدالعزیز نجد سے حجاز پہنچ کر مکہ معظمہ میں امور نظم کا کفیل بن چکا تھا۔ تاہم امیر علی جدہ پر قابض تھا جو حاجیوں کی بندرگاہ تھی اور اس نے حاجیوں کیلئے اس بندرگاہ کو بند کر دیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے فوراً قنفذہ، لیث اور رابغ کی بندرگاہوں میں حاجیوں

کے اترنے کا انتظام کر دیا یوں یہ مضمون گویا حجاز کے آخری فیصلہ ہو جانے اور سلطان عبدالعزیز کے ملک الحجاز والنجد بن جانے سے پیشتر کا ہے۔ اب مولانا کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے مولانا نے بعض مقابر ومشاہد کے گنبد گرائے جانے کی خبر سے جو اضطراب پیدا ہوا، اس کے اسباب گنائے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کج اندیش۔ باطل پسند، امیر علی کے ایجنٹوں اور خلافت کمیٹی سے ذاتی عناد رکھنے والوں نے یہ شور مچایا مولانا کے الفاظ میں پیشتر سے مختصر عناصر اور گوشے پیش رفت کار کے منتظر تھے۔ اس مہلت نے لطیفہ غیبی کا کام دیا، اب سب یکجا وہم آہنگ ہو گئے علم وتحقیق کے فقدان اور افراط وتفریط کے ذوق، فریقانہ تعصب کی آلودگی اور اہل اغراض واہواء کی فتنہ پردازیوں نے ایک ہنگامہ حقیقت آشوب برپا کر دیا ایک طرف امیر علی کے ایجنٹ ہیں دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہیں مرکزی خلافت کمیٹی یا اس کے بعض ارکان سے ذاتی مخالفتین تھیں ان کی فرصت طلبی بھلا یہ موقع کیوں جانے دیتی؟ وہ بھی پوری سرگرمی سے شریک کار ہو گئے۔ (تبرکات آزاد، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۲۶۲،۲۶۳)

۲۔ دوسرا سبب فرقہ بندیوں کا فتنہ ہے لکھتے ہیں۔ ''تیسری طرف جسم امت کا مرض مزمن ہے۔ یعنی مذہبی فرقہ بندیوں کا فتنہ خوابیدہ اسے بھی چیخ چیخ کر بیدار کیا جا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ اصلی معاملے پر اعتدال کے ساتھ رائے قائم کی جائے، کوشش کی جا رہی ہے کہ عامۃ الناس میں کسی نہ کسی طرح مذہبی فرقہ بندی کے تعصب کی آگ بھڑک اٹھے۔ (صفحہ ۲۶۳)

۳۔ تیسرا سبب عوام کی بھیڑ چال ہے، مولانا لکھتے ہیں۔ ''مصیبت ہر طرح عوام کیلئے ہے وہ صرف جذبہ وجوش کی مخلوق ہیں نہ ان میں دماغ ہے نہ ارادہ واختیار، فوری تاثر وانفعال ان کا خاصہ مزاج ہے۔ جب چاہے تھوڑی دیر کیلئے برانگیختہ کر دیجئے خصوصاً ایسی حالت میں کہ بہ آسانی مذہبی جذبات ہیجان میں لائے جا سکیں۔ اس فتنہ آرائی میں نہ تو اخلاص ہے نہ سچائی، جھوٹ کا کارخانہ کتنا ہی مضبوط بنایا جائے آخر اسے ٹوٹنا اور نابود ہونا ہے۔ دوام وثبات صرف حقیقت ہی کیلئے ہیں۔ (صفحہ ۲۶۴)

اس کے بعد مولانا نے مسلمانوں کو اتباع حق اور اعتدال فکر کی دعوت دی ہے کہ ہمیں اشخاص اور جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے پیش نظر صرف مقاصد اور اصول ہیں ہمیں نہ امیر ابن سعود سے کوئی تعلق ہے

نہ شریف حسین اور امیر علی سے کوئی ذاتی مخالفت جو کچھ ہے اسلام کیلئے ہے مسلمانوں کیلئے ہے اگر ہم حرمین شریفین کی حفاظت کیلئے بھی اپنے اندر بے طرف دارانہ اور مخلصانہ روح عمل پیدا نہیں کر سکتے تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہم اسلام کے اہم ترین مقاصد کیلئے کچھ نہیں کر سکتے۔ (صفحہ ۲۶۴) پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہ ظاہر و معلوم ہے کہ شریف حسین کا مفسدانہ قبضہ حجاز اسلام اور مسلمانوں کیلئے ایک بدترین تاریخی مصیبت تھا حب الوطنی کے نقطہ خیال سے اس کا اخراج ہر عرب کیلئے ایک فوجی فرض تھا اور شرعی احکام کی رو سے تمام مسلمانان عالم پر فرض کفایہ تھا۔ تاہم مسلمانان ہند اور خلافت کمیٹی نے امیر ابن سعود سے التجائیں نہیں کیں کہ شریف حسین پر حملہ کر دے اور جب اس نے خود بخود حملہ کیا تو شریف کے آگے ہاتھ نہیں جوڑے کہ نامردوں کی طرح بلا مقابلہ بھاگ جائے۔ جو پیش آیا وہ وہاں کی حالت کا قدرتی نتیجہ تھا۔ خود شریف حسین ہی کی بداعمالیاں اس کا باعث ہوئیں۔ زیادہ تر اس کا وہ ظالمانہ طرز عمل باعث ہوا جو نو سال سے اہل نجد کے خلاف عمل میں لایا جا رہا تھا اور ان پر حج کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ جس کی بندش کے بعد مسلمانوں پر قتال واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ خلافت کمیٹی کا فرض تھا کہ اس موقعے پر اصلاح حال اور حفظ مصالح کیلئے جو کچھ کر سکتی تھی اس میں کوتاہی نہ کرتی اب فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس نے ایسا کیا یا نہیں؟

ہر انسان جس کا تعصب اس درجے تک نہ پہنچا ہو کہ حقائق کے انکار پر آمادہ ہو جائے تسلیم کرے گا کہ خلافت کمیٹی نے حملۂ طائف کی خبر سنتے ہی وہ سب کچھ کیا جو مسلمانان ہند یا کوئی ایسی ہی جماعت موجودہ حالات میں کر سکتی تھی۔ اس نے نجد کے حملے کی خبر سنتے ہی امیر ابن سعود کے نام پے در پے پیامات بھیجنے شروع کر دیئے جن میں جنگ و خون ریزی کے امتناع اور تمام مقامات و مزارات حجاز کی حفاظت کیلئے صاف صاف لفظوں میں زور دیا گیا تھا۔ امیر ابن سعود کی جانب سے جو جوابات موصول ہوئے وہ مع کمیٹی کے پیغامات کے ہر وقت مشتہر ہوتے رہے۔ لڑائی کی نسبت امیر موصوف کا جواب تھا کہ ذمہ داری ان پر نہیں شریف پر ہے۔ مقدس مقامات کے حفظ و احترام کی نسبت جواب وہی تھا جو قدرتی طور پر مسلمان کا ہو سکتا ہے۔

یعنی ان کا پورا احترام ملحوظ رہے گا خلافت کمیٹی نے اس پر بھی قناعت نہیں کی۔ ایک وفد بھیجا تا کہ ابن سعود سے مل کر مستقبل حجاز پر گفت و شنید کرے اور اہل نجد کے طرز عمل اور قبضہ حجاز کے نتائج کا بہ چشم خود معائنہ کرے ہر شخص جانتا ہے اس وفد کی تحقیق و معائنے میں جو حکومت حائل ہوئی، وہ ابن سعود کی نہ تھی جو بار بار دعوتیں دے رہا

تھا اور انتظار کر رہا تھا بلکہ امیر علی اور اس کی مفسدانہ اور خودساختہ حکومت جدہ کی تھی جس نے وفد کو آگے بڑھنے کا موقع دینے سے قطعی انکار کر دیا، (تاہم سلطان عبدالعزیز بن سعود کے متبادل انتظامات کی وجہ سے دیگر حاجیوں کے ساتھ وفد خلافت کمیٹی بھی حجاز پہنچا)

ان نمائندوں نے وہاں جا کر امیر ابن سعود کے حسن انتظامات و ادارات کے ہر طرف مناظر دیکھے، وہاں یہ بات بھی دیکھی اور معلوم کی کہ بعض قبائل نجد نے داخلہ مکہ کے بعد بعض مقابر و مشاہد کے گنبد گرا دیئے اور بعض کے بعض حصص عمارت منہدم کر دیئے۔ انہوں نے اس بات پر پوری سرگرمی کے ساتھ اعتراض کیا اور آئندہ کیلئے اطمینان چاہا کہ ایسے واقعات ظہور میں نہ آئیں گے۔ امیر موصوف نے پوری کشادہ دلی اور آمادگی کے ساتھ اعتراضات سنے، حقیقت حال واضح کی اور آئندہ کیلئے وضاحت اور وثوق کے ساتھ اطمینان دلایا۔ ہر طرح کی غلطی اور غلط فہمی برداشت کی جاسکتی ہے لیکن جہل و تعصب کا کیا علاج ہے؟ جن گرفتاران جہل نے سمجھ بوجھ اور انصاف کے خلاف قسم کھالی ہو، انہیں کوئی سمجھائے تو کیونکر؟ ہم علم و انصاف سے اپیل کر سکتے ہیں لیکن علم و انصاف خلق نہیں کر سکتے، معاملات حجاز میں ہمارا سابقہ شریف حسین سے بھی رابطہ ہو چکا ہے، اب امیر ابن سعود سے بھی در پیش ہے جو واقعات پیش آئے اور پیش آرہے ہیں، تمام دنیا پر آشکارا ہیں جوش میں آنے اور لڑ مرنے کی کوئی بات نہیں، ٹھنڈے دل سے صرف اتنی بات پر غور کر لو کہ جہاں تک ہماری کوشش اور اس کی اثر پذیری کا تعلق ہے۔ ان دونوں زمانوں میں صورت حال کیا رہی ہے۔ اس کے بعد مولانا نے بتلایا ہے کہ شریف حسین کے پاس سوائے انگریز کے پرفریب وعدوں کے کوئی قوت نہ تھی۔

۲۔ مرکز اسلام میں اس کا الحاد و ظلم اور فتنہ و فساد اس درجے کا تھا کہ پوری تاریخ اسلام میں بہ حیثیت مجموعی اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

۳۔ کامل نو سال تک نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ دنیا کے مسلمان اس سے بیزار رہے اور اس کی مخالفت و سرزنش میں ہم آہنگ۔

بایں ہمہ اس نے ایک لمحے کیلئے مسلمانان ہند یا کسی حصہ عالم کے مسلمانوں کا اتنا حق بھی تسلیم نہیں کیا کہ اپنی خواہشیں اس کے اعمال کے خلاف پیش کریں۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک مرتبہ بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکے کہ اس کے ظالمانہ و مستبدانہ اعمال کے کوئی ایک احتجاج یا اعتراض تسلیم کرائیں یا کوئی وعدہ، کوئی اعتراف، کسی

طرح کی بھی اطمینان دہی کا احساس حاصل کر سکیں۔

لیکن اس کے برخلاف امیر عبدالعزیز ابن سعود عرب کی سب سے مسلح قوت کا مالک ہے۔ اس نے بزور شمشیر شریف حسین کو فرار پر مجبور کیا اور حجاز پر قابض ہو گیا۔

۲۔ اس نے مرکز اسلام کو ایک ایسے فتنے سے پاک کیا جس کا ازالہ تمام مسلمانان عالم پر فرض کفایہ تھا۔

۳۔ اس کا داخلہ حجاز کیلئے امن و انتظام کی بشارت تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز قوت، تدبر و سیاست سے وہاں کی تمام روایتی بدامنیاں دور کر دیں۔ عرصے کے بعد وہاں حجاج کو امن و عدالت کی صورت میں نظر آئی۔

بایں ہمہ مسلمانانِ ہند کے نمائندے جاتے ہیں اور اس کی فوج اور اس کے فرستادہ شریف خالد کی اس کاروائی پر اعتراض کرتے ہیں کہ بعض مقابر و مشاہد کے گنبد گرا دیئے گئے، ان عماراتِ محدثہ کے گرانے کے باب میں اگرچہ اس کے پاس دلائل شرع کا انبار ہے۔ تاہم وہ مسلمانان ہند کے حق اعتراض کا اعتراف کرتا ہے، اعلان عام کرتا ہے اور ہر طرح اطمینان دلاتا ہے کہ اس طرح کا کوئی واقعہ ظہور میں نہ آئے گا۔ اب اللہ کیلئے انصاف کرو، دونوں حالتوں میں سے کونسی حالت قابل اطمینان ہے؟ کیا فہم و انصاف کا اس قدر قحط ہو گیا کہ اتنی صاف اور قطعی بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گی۔ ﴿فما لهؤلآء القوم لا يكادون يفقهون حديثا﴾۔ (تبرکات آزاد، صفحہ ۲۷۲، ۲۷۷)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کا یہ پورا مضمون بڑا اہم اور قابل مطالعہ ہے۔ راقم نے اس کے ضروری حصے ہی نقل کیے ہیں جن سے سلطان عبدالعزیز کے مذہبی مخالفین کے اعتراضات کی پوری حقیقت واضح اور سلطان مرحوم کے اقدامات کی تائید و تصویب اور اس کی مومنانہ فراست اور خداداد صلاحیت نظم و تدبیر آشکارا ہو جاتی ہے۔

مولانا ظفر علی خانؒ کا نعرہ حق

مولانا ظفر علی خانؒ نے بھی متعدد نظموں میں سلطان عبدالعزیز مرحوم اور ان کے مخالفین کے بارے میں اظہار رائے کیا ہے۔ ذیل میں ان کی نظموں سے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں فرماتے ہیں: ؎

خطرہ ہے شرقِ اردن وطرفِ عراق سے
ابن سعود شاہِ شریعت نواز کو
یہ اس لیے کہ نجد میں اس نے کیا ہے فاش

دین مبین کے تیرہ صد سالہ راز کو
اسلام کو عرب میں جو قرنوں سے ہے نصیب
کھونا وہ چاہتا نہیں اس امتیاز کو
ابن سعود کو ملا مرتبہ یداللٰہی
تازہ بہانہ مل گیا رحمت کردگار کو
آذریوں کو بزم میں مہلت رقص بھی نہ دی
مصطفوی ﷺ چراغ نے بولہبی شرار کو
نجدیوں پرتھوپ دو الزام توہینِ حرم
خواہ انہوں نے بُرجی اس کی ایک بھی ڈھائی نہ ہو
نہ بچا فریب فرنگ سے کوئی تاجور کوئی باجور
مگر اک حرم کا وہ پاسباں، جو ہے سر بہ سجدہ نماز میں
نہیں فیض ابن سعود کا، یہ ہے لطف رب ودود کا
کہ سلف کے عہد کی رونقیں نظر آرہی ہیں حجاز میں

مولانا ظفر علی خانؒ کی یہ نظمیں ان کے مجموعہ ہائے کلام (بہارستان وغیرہ) میں دیکھی جاسکتی ہیں اس عجالہ نافعہ میں ان کے نقل کرنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے تاہم دوشعر اور سن لیجئے جس میں مسئلہ انہدام قبور میں شیعہ بریلوی اتحاد کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے مظاہر آج بھی حضرات شیعہ کے کفریہ عقائد اور حرمین شریفین کے بارے میں ان کے مکروہ اور گھناؤنے عزائم واضح ہوجانے کے باوجود نظر آرہے ہیں۔

بہرحال مولانا ظفر علی خان مرحوم اس ''شنویت پسند'' اتحاد ''شنویت'' کے بارے میں فرماتے ہیں۔

شیعہ بریلوی سے گلے مل رہا ہے آج
اور لکھنو میں دونوں کا قارورہ مل گیا
شیعوں اور سنیوں میں ہو چلا ہے اتحاد
یہ بھی اک ساز کہیں یا دو کلیسائی نہ ہو

اور ''کلیسائی سازش'' کا یہ دائرہ مزید وسعت اختیار کرتا نظر آرہا ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض ملکوں

اور علاقوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ایرانی انقلاب کی حمایت میں سرگرم ہیں جو اسلامی حکومت کے قیام کے داعی اور علمبردار ہیں۔ اور یہ ''تثلیث'' خوش نما عنوانات سے افتراق وانتشار کا وہ پرانا فتنہ پھر سے کھڑا کرنے کی مذموم کوشش کررہی ہے جو ماہ وسال کی گردشوں میں دب گیا تھا۔

بہرحال گزشتہ تفصیلات اور اکابر اہل علم کے بیانات سے واضح ہے کہ سلطان عبدالعزیز پر مقدس مقامات کی بے حرمتی کا الزام بے ثبوت اور خانہ ساز ہے بعض پختہ قبریں یا ان پر بنے ہوئے گنبد اگر کہیں ڈھائے گئے ہیں تو اس سے مقصود کسی کی اہانت وتنقیص ہرگز نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کا حکم سمجھ کر ہی ایسا کیا گیا ہے۔

سلطان عبدالعزیز مرحوم کا یہ چیلنج ابھی تک تشنہ جواب ہے کہ اگر دنیا کے محقق علماء شریعت اسلامیہ کی رو سے پختہ قبروں اور ان پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنے کا جواز واستحباب مہیا کردیں تو میں ان مآثر ومبانی کو دوبارہ سونے چاندی سے تعمیر کرنے کیلئے تیار ہوں افسوس ہے کہ اس چیلنج کو تو اس کے مذہبی مخالفین نے قبول نہیں کیا اور کوئی معقول ثبوت قبروں کے پختہ بنانے اور ان پر قبے تعمیر کرنے اور وہاں دیگر امور ومراسم کی ادائیگی کا تو پیش کیا نہیں لیکن آج جب کہ یہ بحث کبھی کی ختم ہو چکی ہے، اسے دوبارہ اٹھا کر اس سعودی حکومت کے خلاف عوام کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی سعی کی جارہی ہے جو اس وقت اپنی بعض کوتاہیوں کے باوصف عالم اسلام کی ایسی واحد اسلامی مملکت ہے جہاں اسلامی سزائیں نافذ ہیں اور عدل وانصاف کا دور دورہ ہے اور عالم اسلام اور مسلمانان عالم کی فلاح وبہبود کیلئے اس کے خزانوں کا منہ کھلا ہوا ہے۔ اور جس کے حسن انتظام وسعی سے اطراف واکناف عالم میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام پورے خلوص اور تن دہی سے جاری ہے اور پاکستان کے ساتھ بالخصوص جس کے خصوصی برادرانہ وہمدردانہ تعلقات ہیں اور اس کے عسر ویسر کا وہ بے لوث ساتھی ہے۔

الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے سعودی حکومت کے خلاف اس انداز کی مہم جس کا مظاہرہ ''حج سیمینار''، ''القدس سیمینار'' اور یوم جنت البقیع'' اور ''حجاز کانفرنس'' وغیرہ میں دیکھنے میں آرہا ہے کوئی جواز نہیں ہے اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ایک طرف تو یہ تحقیق کی جائے کہ اس پردہ زنگاری کے پیچھے کون ہے؟ اس کے محرکات ودواعی کیا ہیں؟ اور وہ اصل ہدایت کار کون ہے جس کی تحریک وایماء پر یہ اداکاری کی جارہی ہے؟ اور دوسری طرف اس فتنے کی سرکوبی اور شرک وبدعت کے استیصال کیلئے تمام موحد مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے تیسرے نمبر پر جن شاہینوں کو ''صحبت زاغ'' نے خراب کردیا ہے اور وہ ایرانی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر ایران کے مکروہ عزائم کی تقویت کا باعث بن رہے ہیں انہیں سمجھایا جائے اور ان کے دلوں کو شرک وبدعت کی آلائشوں سے پاک کر کے انہیں توحید وسنت کے نور سے منور کیا جائے۔